حیاتِ قادر

مؤلف

عبید اللہ دُرّانی

باب نمبر ۱۱

خلوت

سخن گفتن چہ مشکل بود شب جائے کہ من بودم

خلوت کے راز و نیاز، عشق کی کہانی کی طولانی، اس گہرائی کے اندھیرے میں بجلیاں۔ وہ حُسن کے بے پایاں کرشمے۔ وہ لطف و عنایات۔ وہ برہانِ ناز اور مقتول کا رقص۔ یہ دنیا ہی کچھ اور ہے۔ دل کے حجرے میں روح کی واردات ہیں۔ یہاں جزو کُل ہے اور کل جز۔ قطرے میں دریا ہے اور دریا میں سمندر۔ خلوت کے سانحات، احساسات تو کجا۔ اور اک کے بھی ماورا ہوتے ہیں۔

''آکھ دکھلا کر کئے ہیں جس نے ''بیدم صف کے صف'' ان آنکھوں کا جادو اور پھر کرم و احسان کی بوچھاڑ۔ عاشق تو اپنی ابتدا ہی میں ہوش گُم کر چکتا ہے جبکہ معشوق کو خود تم سے اور کہیں زیادہ عشق ہو تو پھر موت در موت ہو جاتی ہے۔ حُسن پر جب غم کا کیف چھاتا ہے۔ متوالی آنکھوں میں جب گلابی ڈورے پڑ جاتے ہیں۔ اور اس کے لبوں پر ایک ہلکا سا تبسم ہوتا ہے۔

اک تبسم اک نگہ دزدیدہ اک تابندہ اشک

تو اللہ اللہ اس کے متعلق کوئی کیا لکھے اور کیا کہے۔ ہزار جان سے مر مر کے ان پائے ناز پر قربان اور پھر قربان ہونے کو دل تڑپتا رہتا ہے۔ اللہ اللہ اک عشق کی وافتگی میں کہاں سے کہاں پہنچا دیا جاتا ہے۔ وہ مقاماتِ قدس و قرب۔ وہ عرش کی لطافتیں اور ملاقاتیں۔ کی ان کا کوئی بیان کرے اور پھر جو اور پردے اُٹھا دیئے جائیں۔ یہاں تک کہ سجدۂ نیاز قدموں کی طرف بڑھے تو بے نیازی کی اس ادا پر پھر ہزار ہزار جان سے کیوں نہ قربان جائیں کہ ''تم کون ہو، یہاں کیوں ہو۔ اچھا خدا حافظ۔''

روشن از عکس جمالش عالمِ امکانِ ما

یک نگاہِ نازِ جاناں قیمتِ ایمانِ ما

.....

کہہ کے اَنۡفُسِکُمۡ آگ لگا دے ساقی

ماسوا اللہ ہر اک نقش مٹا دے ساقی

خک کے ڈھیر کو پھر رنگِ حقیقت دے کر

کُلُّ یَوْمٍ ھُوَ فِی شَانٍ دکھا دے ساقی

یاد آ آ کے ہر اک آن ہر اک سانس کے ساتھ

دل کی اس آگ میں اور آگ لگا دے ساقی

مست آنکھوں کی قسم دے کے مجھے جامِ الست

خود ہی رگ رگ میں مری آگ لگا دے ساقی

ہو کے خود جلوہ فگن اپنے ہی آئینہ میں

اور دیوانہ کو دیوانہ بنا دے ساقی

پھونک کی ذات میں خود ذات کے اسراروں کو

آگ ہی آگ میں اک آگ لگا دے ساقی

(ولی الدین)

☆...☆...☆